Fikr-o-Nasar (Islamabad) 3:2 (1965)

پاکستان ـــــ تاریخی محرکات

عمر فاروق خان ، مانسہرہ

دنیا کے اور خطوں کی طرح اس عظیم خطے میں بھی جسے آج بر صغیر پاک و ہند کا نام دیا جاتا ہے ، تاریخ کے ابتدائی ادوار سے باہر سے لوگ آ کر آباد ہوتے رہے ۔ کبھی وہ فاتح حملہ آوروں کی حیثیت سے آئے اور کبھی وہ آباد کار بن کر آئے ۔ بہر حال یہ آنے والے اس سر زمین میں کسی حیثیت سے بھی آئے ہوں ، عام طور سے یہ ہوتا رہا کہ جیسے ہی یہ نو وارد یہاں آباد ہوئے اور یہاں کی آب و ہوا کے عادی ہوگئے ، وہ اس بر صغیر کی وحدت میں مدغم ہوگئے اور ان کی آہستہ آہستہ اپنی جدا انفرادیت ختم ہوتی گئی ۔ ہندوستان کی اس خصوصیت کی وجہ سے ایک جگہ مولانا الطاف حسین حالی نے اسے " اکال امم " کا خطاب دیا ہے ۔

اس بر صغیر کی تاریخ میں ہزارھا سال سے یہ ہوتا رہا ۔ لیکن آج سے کم و بیش گیارہ بارہ سوسال پہلے اس سر زمین کے شمال اور شمال مغرب سے ایسے لوگوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا ، جو بیک وقت فاتح حملہ آور بھی تھے اور آباد کار بھی؟ پھر جب وہ یہاں آئے تو یہاں کے اس طرح نہیں ہوگئے کہ ان کا نسلی ، قومی ، ثقافتی اور ذہنی تعلق ان ممالک اور ان میں بسنے والوں سے نہ رہا ہو ، جو ان کے اصل مورث تھے ۔ مزید برآں ہندوستان کے شمال اور شمال مغرب سے یہ جو لوگ آئے ، ان کا مذہب ، اجتماعی نظام ، ان کی تہذیب و ثقافت اور ان کا نظریہ حیات ہندوستان میں پہلے بسنے والوں سے کلیۃ الگ تھا اور اس وقت اس میں بڑی فعالیت ، قوت اور وسعت پذیری کی صلاحیتیں تھیں ۔ ان نوواردوں اور ان کی دینی ثقافتی اور اجتماعی اقدار کی فی نفسہ بر تری اتنی واضح اور مسلم تھی کہ اس دور کے ہندوستان کا جو ہر لحاظ سے زوال پذیر تھا،

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

انہیں اپنے اندر مدغم کرنے کا تصور نہیں کیا جا سکتا ۔ بلکہ اس کے بر عکس ہوا یہ کہ بجائے اس کے کہ یہ سر زمین انہیں اپنے اندر مدغم کرتی ، یہ نو وارد اور ان کی اقدار اس کی آبادی کے ایک حصے کو اپنے اندر مدغم کرنے میں کامیاب ہو گئیں ۔ یہ تھی '' ملت اسلامیہ ہندیہ '' کی ابتداء جو زمانے کے ساتھ ساتھ وسعت اور قوت پکڑتی گئی اور جب سات آٹھ سو سال کے بعد اسے بالکلیہ مسند اقتدار سے ہٹنا پڑا تو وہ اس بر صغیر میں ایک بہت بڑی ، فعال اور موثر اقلیت تھی ۔

گو اس سر زمین میں مسلمان مجموعی طور پر اقلیت میں تھے ، لیکن ان کی ایک ایسی اقلیت تھی جو ایک تو غیر مسلم اکثریت سے اپنا الگ ایک معنوی وجود رکھتی تھی اور ایک عرصہ دراز تک اس کی حیثیت یہاں ایک حاکم ملت کی رہی تھی۔ دوسرے وہ مجموعی طور پر پورے برصغیر میں اقلیت میں ہونے کے باوجود اس کے بعض علاقے ایسے تھے ، جہاں اس کی غالب اکثریت تھی اور یہ مسلم اکثریت اس کے لئے ہر گز تیار نہ تھی کہ وہ کل ہند مرکز سے وابستہ ہو کر اکثریت سے اقلیت بن جائے اور اپنا وجود غیر مسلم اکثریت کے اندر مدغم کر دے ۔ غرض مملکت پاکستان کا قیام در اصل '' ملت اسلامیہ ہندیہ '' کے اس پورے ارتقائی دور کا جو صدیوں تک ممتد تھا ، نقطہ معراج ہے ، جس کی تکمیل قائد اعظم کے ہاتھوں ہوئی ۔ مملکت پاکستان بر صغیر پاک و ہند میں آباد مسلمانوں کے ملی تقاضوں کا ، جو ان تمام صدیوں میں برابر نشو و نما پاتے رہے اور جنہوں نے ان کو ایک مستقل قوم کی شکل دی عملی مظہر ہے ۔ جب میں یہاں مسلمان قوم کا لفظ استعمال کرتا ہوں تو اس سے میری مراد پاکستانی قوم کا وہ فعال حصہ ہے ، جو اس سر زمین میں آج غالب اکثریت میں ہے ۔ مسلمان قوم سے میری مراد وہ وحدت نہیں جو سرمایہ دار یا اشتراکی ملکوں میں اس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہے ۔ اشتراکی لغت میں لفظ قوم سے مراد ایک ایسی وحدت ہے جو ایک زبان بولتی ہو ۔ ایک جغرافیائی وحدت ہو ، ایک قسم کے معاشی نظام میں منسلک ہو اور جس کی ذہنی ساخت ایک سی ہو ۔ اس کے

قریب قریب یہ لفظ سرمایہ دار ملکوں میں بھی انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

میں آج کے تاریخی پس منظر میں مسلمان قوم کی تعریف وہی کرتا ہوں جو قائد اعظم بانئ پاکستان نے کی تھی - آپ نے فرمایا تھا کہ ہم مسلمان دس کروڑ انسانوں کی ایک ایسی وحدت ہیں، جن کا ایک ضابطہ اخلاق، ایک مذہب، ایک تاریخ اور ایک کلچر ہے اور وہ زندگی کے متعلق ایک مخصوص و متعین نظریہ رکھتے ہیں لیکن قائد اعظم نے جد و جہد پاکستان کے سلسلے میں ایک مذہب کے ماننے والوں کے سوال پر اتنا زور نہیں دیا جتنا ان علاقوں پر دیا جن میں مسلمان قوم آباد تھی - اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ وہ اس مسلمان قوم کے وطن پر زور دے رہے تھے اس کے مذہب پر نہیں - ان کے پیش نظر اس قوم کے لئے بر صغیر میں ایک وطن کا حصول تھا، جہاں یہ قوم آزادی سے رہ سکے اور اپنی مرضی سے خود اپنے اوپر حکومت کر سکے - اگر قائد اعظم اس سلسلے میں صرف مذہب پر زور دیتے تو لامحالہ اس سے فرقہ وارانہ سوال اٹھتے اور دس کروڑ مسلمانوں کو فرقوں اور مذہبی گروہوں کی تمیز کے بغیر ایک سیاسی تنظیم اور ایک جھنڈے کے نیچے متحد و مجتمع کرنے کا ان کے سامنے جو مقصد تھا، وہ کبھی نہ پورا ہوتا - اس کے بجائے انہوں نے ایک اسلامی وطن پر زور دیا، جو سب فرقوں کے لئے مشترک ہو سکتا تھا۔

قائد اعظم محمد علی جناح سب سے پہلے ایک عملی سیاست دان تھے۔ وہ اس بر صغیر کی سیاسی پیچیدگیوں کا ایک طویل ذاتی تجربہ رکھتے تھے۔ اس لئے وہ انہیں خوب سمجھتے تھے - وہ جانتے تھے کہ سیاسی جد و جہد کے ضمن میں کس موقعے پر کس چیز کو مقدم کرنے کی ضرورت ہے اور کس مرحلے پر کون سی اپیل موثر ہو سکتی ہے - حصول پاکستان کی تحریک کے دوران وہ نظریاتی بھول بھلیوں میں نہیں پڑے اور نہ کبھی وہ اس سلسلے میں اپنے مخالفوں اور معترضوں سے منطقی اور جدلیاتی بحثوں میں الجھے - گاندھی جی اور راج گوپال اچاریہ نے انہیں ان بھول بھلیوں میں بارہا الجھانا چاہا اور

ان سے موقع بے موقع مسلم قوم کی ' جس کے لئے قائد اعظم بر صغیر کی تقسیم کا مطالبہ کرتے تھے ' تعریف دریافت کی ۔ لیکن قائد اعظم ایک حقیقت شناس اور دوربین سیاست داں کی طرح ان بھول بھلیوں سے صاف بچ گئے اور سارا زور اس بات پر دیا کہ بر صغیر کے دس کروڑ مسلمان جو ہر اعتبار سے ایک قوم هیں اور ایک قوم هونے کی حیثیت سے انهیں حق خود اختیاری ملنا چاهیے اور جن جن علاقوں میں وہ غالب اکثریت میں هیں ' ان پر مشتمل ان کی اپنی ایک آزاد مملکت هو ۔

مسلمانوں کے ایک با اثر گروہ نے قائد اعظم پر زور دیا کہ وہ تحریک پاکستان کو پان اسلامزم هی کا ایک حصه قرار دیں لیکن انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۰ء میں لاهور میں جو قرار داد منظور کی گئی اور جسے بعد میں قرار داد پاکستان کا نام دیا گیا ' اس میں نه تو هندوستان کی مسلمان ریاستوں کا اور نه هندوستانی ریاستوں میں آباد مسلمانوں کا ذکر هے بلکه مطالبه پاکستان کے سلسلے میں برصغیر کے مسلم اقلیت کے صوبوں کے سوال کو بھی نہیں اٹھایا گیا ۔ قائد اعظم کے سامنے ایک واضح مقصد تھا اور وہ اس بارے میں بالکل صاف ذهن رکھتے تھے ۔ چنانچه جس راہ پر ان کو جانا هوتا تھا ' اس کے تمام موڑوں اور گڑھوں سے وہ واقف هوتے تھے اور وہ پہلے سے اپنے طریقه هائے کار متعین کر لیتے تھے ۔ یہی وجه هے کہ وہ کامیاب هوئے اور کانگریس کو ان کے سامنے جھکنا پڑا اور کانگریس اور انگریز دونوں کے لئے بر صغیر کی تقسیم کے سوا اور کوئی چارہ نه رها ۔

حصول پاکستان کے بعد قائد اعظم نے پاکستان دستور ساز اسمبلی میں جو پہلی تقریر کی ، اس میں انهوں نے مملکت پاکستان کے بانی اور سر براہ کی حیثیت سے پاکستانی قومیت کا تصور پیش کیا ۔ اس تصور میں اور تحریک پاکستان کے دوران انہوں نے بر صغیر کی مسلم قوم کے متعلق جو کچھ فرمایا تھا ، اس میں بنیادی طور پر کوئی تضاد نه تھا ۔ ایک تحریک کے لیڈر کا جد و جهد کے دوران گفتگو کا ایک انداز هوتا هے اور جب وہ جد و جهد اپنی تکمیل کو پهنچ جاتی هے اور اس لیڈر کو مملکت کی عنان اقتدار ملتی هے

اور اس پر اس کے نظم و نسق کی ذمہ داری پڑتی ہے تو وہ اور انداز سے گفتگو کرتا ہے ۔ پھر جد و جہد کے دوران جب وہ گفتگو کرتا ہے تو اس کی ہر بات کا اپنا سیاق و سباق ہوتا ہے ۔ چنانچہ ضرورت ہوتی ہے کہ اس گفتگو کو اس سیاق و سباق میں سمجھا جائے ۔ تحریک پاکستان کے دوران قائد اعظم کا تمام تر زور اس بر صغیر میں ایک آزاد مسلم وطن کے حصول پر تھا اور جب یہ وطن وجود میں آ گیا ، تو پھر ان کے سامنے اس کی عملی ضرورتیں اور اس کی حقیقت واقعی تھی ۔ آج جو لوگ حصول پاکستان کی جد و جہد کے دور کی قائد اعظم کی تقریروں میں مسلم قوم کا جو مبہم تصور پیش کیا گیا تھا ، واضح پاکستانی قومی تصور کے مقابلہ میں اس پر زور دیتے ہیں، وہ در اصل اس سلسلے میں ان کے ارشادات کے سیاق و سباق اور جس موقع و محل اور جس پس منظر میں انہوں نے یہ ارشادات فرمائے تھے ، انہیں سامنے نہیں رکھتے اور اسی لئے سخت ٹھوکریں کھاتے ہیں اس ضمن میں وہ قائداعظم کی طرف ایسے خیالات منسوب کرتے ہیں جو قطعاً ان کے نہیں تھے ۔ ان لوگوں میں خاص طور پر بعض مذہبی نیم سیاسی تنظیموں کے افراد پیش پیش ہیں ۔

اس میں شک نہیں کہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء سے پہلے قائد اعظم متحدہ ہندوستان میں رہنے والے مسلمانوں اور ہندوؤں کے باہمی تضاد پر زیادہ زور دیتے تھے اور اس وقت وہ ضروری بھی تھا کیونکہ قائد اعظم کے سامنے مسلمانوں کے بحیثیت ایک مستقل قوم کے حق خود اختیاری تسلیم کروانے اور ان کے لئے بر صغیر میں ایک آزاد وطن قائم کرنے کا مقصد تھا اور حالت یہ تھی کہ ہندو مسلمانوں کی ایک مستقل قوم کی حیثیت تسلیم کرنے کے سخت مخالف تھے ۔ اور اس کے خلاف وہ بڑے زور شور سے جد و جہد کر رہے تھے ۔ ان حالات میں جب تک متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے باہمی تضاد پر زور نہ دیا جاتا ، مسلمانوں کے ہاں ہندوؤں سے علیحدگی کا تصور نہ ابھرتا اور ان کے اندر جداگانہ مسلمان قومیت کا احساس نہ پیدا ہوتا لیکن جب مسلمان قوم کو اپنا وطن مل گیا تو پھر اس وطن کے اندر مسلمانوں اور ہندوؤں کے کے باہمی تضاد پر زور دینے کی چنداں ضرورت نہ رہی ، بلکہ اس کے بجائے

پاکستان اور ہندوستان کی الگ الگ دو مملکتیں ہونے پر زور دینا ضروری ہو گیا - یہ تھا پس منظر قائد اعظم کی اس تاریخی تقریر کا ، جو آپ نے پاکستان دستور ساز اسمبلی کا افتتاح کرتے ہوئے کی - اور جس میں آپ نے فرمایا کہ وہ دن دور نہیں جب پاکستان میں سب لوگ ، کیا مسلمان کیا ہندو کیا عیسائی اور پارسی سب پاکستانی قوم ہوں گے اور ان میں مذہب کی بنا پر کوئی سیاسی تفریق نہ رہے گی -

حصول پاکستان کی تحریک اور پاکستانی قومیت کے تصور کے بارے میں ایک تو یہ وضاحت بڑی ضروری تھی - اس کے بعد میری یہ رائے ہے کہ اس بر صغیر میں مسلمان قوم کے لئے ایک آزاد وطن کے قیام کی تحریک کو ۱۹۴۰ع سے ۱۹۴۷ع تک کے عرصے میں محدود کرنا اور اسے محض مسلم لیگ کا کارنامہ سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے- میرے نزدیک سلطنت مغلیہ کے زوال ساتھ ساتھ مسلمانوں میں شاہ ولی اللہ کی کوششوں کے نتیجے میں یہ شعور ابھرنا شروع ہوا تھا کہ انہیں اس بر صغیر میں ایک قوم کی حیثیت سے زندہ رہنا ہے ، جس کی طاقت کا سر چشمہ عوام ہوں نہ کہ پہلے کی طرح کوئی شاہی اور حکمران خاندان - اسی مقصد کے لئے حضرت سید احمد شہید اور حضرت شاہ اسماعیل شہید کی قیادت میں مسلمان اٹھے اور انہوں نے سرحد اور ماورائے سرحد کے خالص مسلم علاقوں میں اپنے آزاد مرکز بنائے - گو بڑھتے ہوئے انگریزی اقتدار کے مقابلے میں یہ تحریکیں زیادہ کامیاب نہ ہو سکیں - لیکن مسلمان عوام کے دلوں میں اندر ہی اندر یہ خیالات زور پکڑتے گئے کہ اس سر زمین میں ان کی اپنی ایک مستقل سیاسی حیثیت ہونی چاہیے - یہ تھا وہ محرک جذبہ جو آگے چل کر تحریک پاکستان کو وجود میں لانے کا باعث بنا - مسلم لیگ کی کوششوں سے پاکستان کا قیام اس سلسلے کی آخری کڑی تھی -

مسلم لیگ کے معرض وجود میں آنے سے پہلے بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں تحریک پاکستان کے عملاً آغاز سے قبل مسلمانوں کی سیاسی جد و جہد

میں ہند و مسلم سوال کی یہ نوعیت نہ تھی جو بعد میں مطالبہ پاکستان کا سبب بنی - شاہ ولی اللہ سے لے کر دیوبندی تحریک کے فروغ تک اس بر صغیر سے انگریزوں کو نکالنے کا مسئلہ زیادہ تر پیش پیش رہا - بے شک وہ بزرگ ان خطوط پر نہیں سوچتے تھے، جن پر بعدمیں مسلم لیگ کی قیادت سوچنے پر مجبور ہوئی ، لیکن اس کے اپنے تاریخی اسباب تھے - بات یہ ہے کہ اس دور میں متحدہ ہندوستان کی سیاسی و اقتصادی زندگی میں مسلمانوں اور ہندوؤں کا وہ تضاد نہ ابھرا تھا جو ۱۹۰۸ع کے بعد ابھرنا شروع ہوا اور ۱۹۳۷ع کے بعد جب نئی دستوری اصلاحات کے تحت متحدہ ہندوستان کے اکثر صوبوں میں ہندو اکثریت کو اسمبلیوں اور نظم و نسق حکومت میں غلبہ حاصل ہوا تو اس تضاد کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا اور اس نے بڑا زور پکڑا - ان حالات میں دونوں قوموں کا ایک مشترکہ وطن میں رہنا ناممکن ہوگیا اور بر صغیر کی تقسیم ناگزیر ہوگئی -

پاکستان کے قیام کے بعد قائد اعظم نے دستور ساز اسمبلی میں اپنی پہلی تقریر میں پاکستانی قومیت کا جو تصور پیش فرمایا، وہ موجودہ دور کے سیاسی تقاضوں کے عین مطابق تھا - وہ عوامی تھا اور میرے نزدیک اسلام کی حقیقی روح کے پوری طرح ہم آہنگ تھا - یہاں میں پھر اس بات کا اعادہ کرنا چاہتا ہوں کہ مسلم قوم کا وہ تصور جو قائد اعظم حصول پاکستان کی جد و جہد کے دوران پیش کیا کرتے تھے ، اس میں اور ان کے پاکستانی قومیت کے اس تصور میں کوئی تضاد نہیں تھا - اب اگر ہمیں پاکستان کی سیاسی وحدت کو جو ایک لحاظ سے ایک غیر جغرافیائی وحدت ہے ، ایک مستحکم اور ترقی یافتہ وطن کی حیثیت سے تعمیر کرنا ہے، تو ہمیں قائد اعظم کے پاکستانی قومیت کے اس تصور کو پیش پیش رکھنا ہوگا اور اس کی اساس پر وطن عزیز کی تعمیر کرنا ہوگی - ہر سیاسی فکر ارتقا پذیر ہوتا ہے - اس طرح مملکتوں کے تصورات بھی حالات کے ساتھ ساتھ ارتقائی مراحل طے کرتے ہیں - بعد کی ارتقائی شکل پہلی صورت کی نفی نہیں کرتی بلکہ وہ اس سلسلے کی اگلی کڑی ہوتی ہے جب تک کسی سیاسی فکر میں جان رہے اور اس کے ماننے والے عوام

تخلیقی صلاحیتوں سے بہرہ ور رہیں ، ان کے تصورات اور سیاسی اداروں میں ارتقا کا عمل جاری رہتا ہے -

آج قوم کے باشعور طبقوں میں یہ احساس پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ بر صغیر کے مسلمانوں میں بحیثیت ایک آزاد و فعال اسلامی وحدت کے اپنا ایک مستقل وطن رکھنے کی تحریک مسلم لیگ کے قیام سے بہت پہلے کی ہے - قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں اس تحریک نے ایک خاص رنگ اور اور ایک خاص قالب اختیار کیا جو آج کے حالات میں ضروری تھا - اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ تحریک کبھی آگے نہ بڑھ سکتی ، لیکن جو لوگ آج پاکستان کو ایک الہامی چیز سمجھتے ہیں کہ علامہ اقبال رح یا قائد اعظم رح کو ایک دن اس کا القا ہو گیا اور وہ اس کو لے کر اٹھ کھڑے ہوئے ، وہ دراصل ان تاریخی حقائق کا انکار کرتے ہیں ، جو اس وطن کی تخلیق کے اسباب تھے - مجھے یہ تسلیم ہے کہ حصول وطن اور فکر و عمل کا وہ سلسلۂ دراز جس کی آخری کڑی وطن کا حصول ہے ، اسلامی و قومی جد و جہد کے دو الگ الگ مقام ہیں ، لیکن یہ ہیں منزلیں ایک ہی راہ کی ، جس کی ابتدا حضرت شاہ ولی اللہ کی تحریک سے ہوئی اور یہ مختلف مراحل سے گزر کر اس وطن کی عملی شکل میں اختتام پذیر ہوئی —